(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

# Impacts of Migration in Recursion of Feminism in Jamila Hashmi's Fiction; A case study of Talash-e-Baharan

## جمیلہ ہاشمی کے ہاں ہجرت کے اثرات اور تانیثیت کی بازگشت، بحوالہ: تلاشِ بہاراں

**Dr. Naqeeb Ahmad Jan**
Associate Professor, Chairperson Department of Urdu, Women University Swabi.
**Miss. Najeeba Manan**
MPhil Scholar, Department of Urdu, Women University Swabi.

**Abstract**

Jamila Hashmi (1929-1988) was a great and famous fiction writer of Urdu literature. She has made her special place in fiction writing in Urdu literature. Jamila Hashmi has lift impressions of individually, that can never be forgotten. Taking advantage from the boarder spectrum of novelty. She has experimented with various aspects in which male dominance has emerged in a unique way. Many of Jamila Hashmi's novel have come to light. Her first novel is *TALASH-E-BAHARAN* which was published in the year 1971. In this novel Jamila Hashmi talks about the common civilization before Indian subcontinent partition, oppression of women and their place in society. She was awarded with Adam G award for writing this novel. This article shed light on her views in this regard.

Key Words: Jamila Hashmi, Migration, Feminism, Indo-Pak Subcontinent, Indian Society

**تعارف:**

جمیلہ ہاشمی بنیادی طور بہترین فکشن نگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ اصلاح کار بھی ہیں۔انھوں نے ناول نگاری کے میدان میں اپنا خاص مقام بنایا ہے۔وہ آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد اپنی تحریروں میں ہندوستانی معاشرت کی بڑی عمدگی سے عکاسی کرتی دکھائی دیتی ہیں۔انھوں نے فسادات کے بعد مسلمانوں کی بکھرتی ہوئی معاشرت، معاشرتی بے راہ روی اور عورتوں کے ساتھ ہونے والے ظلم و ستم کے واقعات کو دیکھتے ہوئے ان تمام پہلوؤں پر قلم اُٹھایا ہے۔کیونکہ ظلم و ستم کے خلاف آواز اُٹھانا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔دراصل یہ اخلاق ہی انسان کو ایک انسان بن کر ابھرنا سکھاتا ہے،اور ان ہی اخلاقی پہلوؤں کو جمیلہ ہاشمی نے اپنی تحریروں میں پیش کیا ہے۔جمیلہ ہاشمی نے اُردو ادب میں ایک ایسے جہان کو آباد کیا جہاں چلتے پھرتے کردار اخلاقیات کے نمونے ہیں۔دراصل جمیلہ ہاشمی اعلیٰ معاشرے کی تکمیل کے لیے اخلاقی اقدار کا تحفظ ضروری سمجھتے ہوئے ان عوامل کا قلع قمع لازمی جانتی ہیں، جو اخلاقی بگاڑ کا باعث بنتے ہیں۔اسی مقصد کے تحت جمیلہ ہاشمی نے اپنے ناول "تلاش بہاراں" میں مختلف کرداروں کے توسط سے اخلاقی

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

قدروں کا پرچار کیا ہے۔انہوں نے عورتوں کے ساتھ غیر اخلاقی حرکات، ظلم اور ناانصافیوں جیسی تلخ حقیقتوں کو عمیق نگاہی سے پیش کیا ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر نورین رزاق لکھتی ہیں کہ :

جمیلہ ہاشمی کے افسانوں میں صنف نازک کی مظلومیت بے بسی اور استحصال دوسرا اہم موضوع ہے۔جمیلہ ہاشمی کے افسانوں میں عورتوں کا انجام کم و بیش ایک جیسا ہے یہ عورت اپنے قریبی رشتوں کے ہاتھوں ڈسی جاتی ہے اور ان کے ظلم و ستم کا شکار ہوتی ہے۔[i]

جمیلہ ہاشمی نے اپنے ناول "تلاش بہاراں" میں مختلف طبقات کا ذکر کیا ہے۔ بالخصوص اعلیٰ درجے کے طبقات کا نہ صرف تذکرہ کیا ہے، بلکہ ان کی معاشرتی بے حسی کو بھی واضح کیا ہے۔ان کے نزدیک نہ عورت کی قدر ہے اور نہ عورتوں کی عزت و احترام کا خیال رکھا جاتا ہے۔اخلاقی اقدار کی بہترین عکاسی کے لئے جمیلہ ہاشمی نے ناول "تلاش بہاراں" میں ایک ایسا کردار پیش کیا ہے، جس کا نام روبندر کمار ہے۔روبندر کمار ہندوستانی معاشرے کے سب سے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔وہ ملک کی اعلیٰ یونیورسٹیوں اور بہترین ہوسٹلوں میں رہ کر تعلیم جیسی عظیم نعمت حاصل کرتا ہے۔بعد ازاں سمندر پار جاکر یورپ کے ساحلوں، ہوٹلوں اور یونیوسٹیوں، آرٹ کونسلوں اور شہروں میں گھوم کر لوٹتا ہے، تو دکھاوے کے لئے عورتوں کے سماجی حقوق کے حصول میں لگ جاتا ہے۔اصل میں یہ عورتوں کا حامی کم اور مخالف زیادہ ہے۔اس دوران روبندر کمار کو کرشنا بوس سے محبت ہو جاتی ہے، اور جمیلہ ہاشمی روبندر کے بارے میں اپنے ناول "تلاش بہاراں" میں لکھتی ہیں کہ :

جلسوں اور عورتوں کا نمائندہ بن کر روہندر کو عشق سوجھا، کرشنا بوس کا نیا شباب تھا۔۔۔۔خدا جانے کس جلد بازی کے تحت روبندر کمار نے کورٹ میں جاکر کرشنا بوس سے شادی کر لی۔[ii]

کرشنا بوس روبندر کمار سے شادی کرتی ہے۔روبندر کمار کا تعلق برہمن خاندان سے ہوتا ہے۔بدقسمتی سے کرشنا بوس ویش خاندان سے تعلق رکھتی ہے، اور شادی کے بعد اسے محبت کرنے کی پاداش میں سماج کی روایات کے بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔دونوں محبت میں ذات پات کے فرق کو مٹا کر شادی تو کر لیتے ہیں، لیکن ان کی شادی سماج کی نظروں میں جائز نہیں ہوتی۔برہمن سماج ان دونوں کا رشتہ قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔برہمن خاندان نے دونوں کے اس رشتے کے متعلق جو حتمی فیصلہ دیا اس کا اظہار جمیلہ ہاشمی کچھ یوں کرتی ہیں کہ :۔

۔۔۔شادی کے چار ماہ بعد سماج نے اعلان کر دیا کرشنا اگر چاہے تو روبندر کے گھر میں ایک داشتہ کی حیثیت سے رہ سکتی ہے، ایک بیوی کی طرح نہیں۔[iii]

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

جمیلہ ہاشمی نے اس ناول میں معاشرے پر تنقید کی ہے۔یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک لڑکی غریب ہونے کی وجہ سے اپنے سسرال میں ایک داشتہ بن کر رہے گی۔عورت کی اول تو عزت و تکریم ہی نہیں کی جاتی لیکن اگر کی بھی جائے تو ذات پات کے تناظر میں کی جاتی ہے۔اس لئے سماج والے کرشنا بوس کے حق میں ناانصافی کر جاتے ہیں اور رویندر بھی اس بات پر رضامندی ظاہر کرتا ہے۔ سب لوگ کرشنا بوس کے خلاف ہو جاتے یہاں تک کہ قانون بھی اس کا ساتھ دینے سے انکار کرتا ہے۔کیونکہ حرص اور لالچ کی بھوک انسان کو ناانصافی کرنے پر آمادہ کرتی ہے، اور ایسے لوگ اخلاقی اقدار سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔جہاں اخلاقی قدریں پستی کا شکار ہو جاتی ہیں، وہیں انسانیت دم توڑنے لگتی ہے۔جس معاشرے میں اخلاقی حس ختم ہو جائے، وہاں لوگ اچھائی اور برائی میں فرق نہیں کر سکتے۔پروفیسر یوسف شیدائی اپنی کتاب "مطالعہ اخلاقیات" میں اپنے جذبات کا اظہار کچھ اس طرح سے کرتے ہیں کہ :

اخلاقیات کا کام یہ نہیں کہ وہ تمام اعمال کو زیر بحث لائے، یا نیکیوں اور برائیوں کا شمار کرنے لگے، اس کا کام محض اس قدر ہے کہ یہ ہمارے اندر ایک شعور پیدا کر دے جس کی مدد سے ہم از خود کسی بھی صورت حال میں کسی عمل کی اخلاقی قدر و قیمت کا تعین کر سکیں۔[iv]

دیکھا جائے تو مفاد پرستی، دھوکا، فریب اور ریاکاری عہد حاضر میں یوں رچ بس گئی ہے، کہ یہ سماج کا حصہ معلوم ہونے لگی ہے۔جس کا سبب اخلاقی قدریں زوال پذیر ہیں، اور انسانی رشتے پامال ہو رہے ہیں۔خاص کر میاں بیوی کا رشتہ جو ہمیشہ مرد کے ہاتھوں روندا جاتا ہے۔جمیلہ ہاشمی چونکہ گہرا سماجی شعور رکھتی ہیں اس لیے انہوں نے عورتوں کے ساتھ ہونے ظلم و زیادتی، ناانصافیوں اور غیر اخلاقی حرکات کو کرداروں کے ذریعے پیش کیا ہے۔اس تناظر میں ان کا ایک نمائندہ کردار "دنیا" ہے۔جس کو سسرال والوں کی طرف سے بہت دکھ ملتے ہیں۔دنیا کے سسرال میں چھ کنواری اور ایک بیوہ نند ہوتی ہے۔دنیا کو ساس نندوں اور شوہر کی خدمت میں دن رات ایک کرنے پڑ رہے تھے۔دنیا کو اس گھر میں کبھی کمر سیدھی کرنے کا وقت بھی نہ ملا، اس کی نند روپا جب بیوہ ہو کر میکے آجاتی ہے، تو دنیا پر سختی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔دنیا چپ چاپ اس ظلم و ناانصافیوں کو برداشت کرتی رہی، مگر اس کی بیوہ نند روپا نے اپنے بھائی کے دل میں بھابی کے خلاف فضول باتیں بٹھانی شروع کر دیں۔یہاں تک کہ کرشن گوپل (شوہر) نے ایک دن دنیا کو بہت بُرا بھلا کہا، اور اس کو گھر سے نکال دیا۔اس کی ساس نے کہا کہ میں اپنے بیٹے کی دوسری شادی کر دوں گی۔اس کے ماں باپ فوت ہو چکے تھے۔بہت سوچ و بچار کے بعد وہ بھائی کے گھر چلی آتی ہے۔دنیا اپنے بھائی سے کہتی ہے، کہ تم نے ماں کے مرنے پر کہا تھا کہ اگر تمہیں کبھی بھی ضرورت پڑی تو تمہارا میکہ ہمیشہ آباد ہی ہو گا میں واپس آگئی ہوں۔اس حوالے سے جمیلہ ہاشمی لکھتی ہیں کہ :۔

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

بھیا! اتنے سالوں خوشیوں کے ساتھ مصیبتوں کے خلاف لڑتے لڑتے نڈھال ہو کر مجھ میں اب اور لڑنے کی سکت نہیں رہی، میں تمہارے گھر میں ایک لونڈی بن کر رہوں گی۔ مجھے سسرال واپس مت بھیجنا۔ [v]

دنیا ہندوستانی لڑکی ہے جس کے لئے اس کا شوہر دیوتا ہوتا ہے۔ دنیا اپنے شوہر کی خوشی میں خوش اور اس کے غم میں دُکھی ہو جاتی تھی۔ اور شوہر چھوٹی سی غلطی پر اپنی بیوی کو ذلیل کر کے اس کو ہمیشہ کے لئے گھر سے بے عزت کر کے نکالتا ہے۔ وہ بے قصور ہونے کے باوجود تکالیف برداشت کرتی ہے، اور اپنے دکھوں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس جہاں فانی سے رخصت ہو جاتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کے سسرال سے اسے کوئی دیکھنے تک نہیں آتا۔ جو لوگ اخلاقی حس رکھتے ہیں وہ دوسروں کو عزت دیتے ہیں، اور ہر غلطی کے بعد دل سے معاف کر دیتے ہیں۔ جو انسان گناہ کرتا ہے اور پھر اس گناہ پر پچھتاتا ہے، وہ بہترین انسان کہلاتا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کے بہت قریب ہوتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اگر ایک فرد سے گناہ سرزد ہو جائے تو وہ چاہتا ہے، کہ معاشرے کے لوگ اسے معاف کر دیں، لیکن ہمارے سماج میں لوگوں کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ گنہگار انسان کو مرتے دم تک معاف نہیں کیا جاتا۔ اس سلسلے میں مولانا شبلی نعمانی کا کہنا ہے کہ:۔

ہر قسم کا بُرا سلوک اور بے رحمانہ برتاؤ جو ایک انسان دوسرے انسان، اور ایک قوم دوسرے قوم کے ساتھ کرتی ہے، اس کا اصل سبب یہی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے حق میں عدل سے کام نہیں لیتا، بلکہ اس پر ظلم اور بے انصافی کے لئے آمادہ رہتا ہے۔ [vi]

شبلی نعمانی نے جو کلمات کہے ہیں، وہ درست ہیں۔ کیونکہ ہم اپنے لیے، اپنی ذات کے لیے بہترین وکیل اور دوسروں کے لیے انتہائی بے رحم جج ثابت ہوتے ہیں۔ جمیلہ ہاشمی نے اپنے ناول "تلاش بہاراں" میں ایسے ہی ایک کردار "شوبھا" کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے، جس سے لوگ عبرت حاصل کر سکیں۔ شوبھا گاؤں کی ایک بھولی بھالی لڑکی ہوتی ہے، جو شادی کی پہلی رات بیوہ ہو جاتی ہے۔ پھر ہندوستانی سماج میں بیوہ کو جن مشکل مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے، شوبھا نے ان سب کا مقابلہ کیا۔ اس نے بھگوان کے قدموں میں پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ سہارا بھی مندر کا پجاری چھین لیتا ہے۔ اس وجہ سے شوبھا کے اندر ایک آگ سی بھڑک اُٹھتی ہے اور اس کے ردعمل کے طور پر ساری آسائشوں کو ٹھکرا کر اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ شوبھا اپنے آپ کو خوش رکھنے کے لئے غیر مردوں کا سہارا لے لیتی ہے۔ شوبھا ایک اخبار میں کام کرتی تھی، اس کام کے دوران شوبھا حسد کی بنا پر کنول کماری ٹھاکر کے خلاف ہو جاتی ہے اور غلط افواہیں پھیلاتی رہتی ہے۔ لیکن ہر بار کنول کی طرف سے اسے مثبت جواب ہی ملتے ہیں۔ مثبت سوچ کے حوالے سے مسرور اختر قریشی اپنی کتاب "اخلاقیات، اخلاقی قدریں اور تعمیر شخصیت" میں لکھتے ہیں کہ

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

"مثبت سوچ رکھنے والا شخص منفی سوچ کو مثبت سوچ میں بدلنے پر قادر ہوتا ہے"۔[vii]

یہ مثبت سوچ اور خوش خلقی ہی تو ہے، جو دوسرے انسان کو بدلنے پر مجبور کرتی ہے۔ شوبھا کو اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے اور کنول کماری ٹھاکر سے معافی مانگ لیتی ہے۔ شوبھا سکون کی تلاش میں زندگی کے سارے فیصلے اپنی مرضی سے کرتی ہے، چاہے اس فیصلے میں کسی کے لئے اچھائی ہو یا برائی ہو۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس طرح ایک پُر سکون اور کامیاب زندگی گزارے گی، لیکن اسے اپنی مرضی میں کامیابی نہیں ملی، بلکہ تنہائی ہی اس کا مقدر بنی۔ اس سلسلے میں نورالحسن خان کچھ یوں رقمطراز ہے کہ :۔

اچھے یا بُرے کام کرنا یا اچھے اور بُرے کاموں پر قدرت رکھنا یا اچھے اور بُرے کاموں میں تمیز کر لینا خلق نہیں کہلاتا بلکہ خلق اس ہیت کا نام ہے جس کی وجہ سے نفس کسی کام کو کرنے یا اس سے باز رہنے کے لئے اپنے آپ کو مستعد اور آمادہ کر لیتا ہے تو گویا نفس کی ہیت و صورت باطنی ہی نام خلق ہے۔[viii]

اسی طرح اعلی اخلاقی اقدار اور ان کی مذہبی نقطہ نظر کے حوالے سے اہمیت کو دیکھا جائے، تو والدین کی خدمت و اطاعت ہر عمر میں اولاد پر فرض کی گئی ہے۔ خاص کر جب والدین بڑھاپے تک پہنچ جائیں۔ اس صورتحال میں ماں ہو یا باپ جب اس حالت تک پہنچ جائے، اس دوران زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس حوالے سے سورۃ بنی اسرائیل میں ارشادِ خداوندی ہے کہ :۔

اور تمہارے رب کا قطعی حکم ہے کہ صرف اسی کی عبادت اور پرستش کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھے سے اچھا برتاؤ کرو۔[ix]

جب والدین بڑھاپے کو پہنچ جاتے ہیں اور اپنی اولاد کی شادی کروا لیتے ہیں، تو عموماً مرد ذات پھر اپنے والدین کو ان کے حال پر چھوڑ جاتے ہیں اور اپنی بیوی کے غلام بن جاتے ہیں اور والدین کو بھلا دیتے ہیں۔ ایسا ہی ایک کردار ڈائریکٹر جنرل اور اس کی بیگم کا ہے۔ ڈائریکٹر جنرل کو صرف اپنی بیوی کی پرواہ ہوتی ہے، اور اپنی ماں سے بالکل بے خبر رہتا ہے۔ اپنی ماں کو نوکرانی کے برابر حیثیت بھی اپنے گھر میں نہیں دیتا، اور اس کی بیگم بات بات پر اپنی ساس سے لڑتی جھگڑتی ہے۔ ایک دن اس کی ساس ناراض ہو کر گھر سے چلی جاتی ہے اور راستے میں ایک موٹر کے نیچے آکر فوت ہو جاتی ہے۔ شہر والے پہچاننے سے انکار کرتے ہیں بہت وقت بعد اس بوڑھی عورت کا بیٹا آجاتا ہے۔

ڈائریکٹر جنرل آئے اور ماں کے کچلے ہوئے سر کو، روندے ہوئے جسم کو دیکھ کر اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں ٹپکے۔[x]

شادی کے بعد بیٹا اتنا سخت دل بن جاتا ہے کہ والدہ کی موت پر بھی ذرہ برابر افسوس نہیں ہوتا، اور نہ ہی ترس آتا، جو کہ بے حسی کی انتہا ہے۔ اسی طرح ڈائریکٹر جنرل کی بیگم اپنی ساس کی موت پر کہتی ہے، کہ مرنا تو سب ہی کو ہوتا ہے پر ہماری ساس ہر کام بے وقت

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

کرتی تھیں، آج بھی بے وقت مر گئی۔ایک ماں تین چار بچوں کی خدمت اکیلی کر سکتی ہے۔اور یہی اولاد جب پڑھ لکھ کر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو جاتی ہے، تو یہ تین چار بچے مل کر اپنی ایک ماں کی خدمت نہیں کر سکتے اور اس کو بوجھ سمجھتے ہیں۔اس حوالے سے مسرور اختر قریشی لکھتے ہیں کہ :

جو شخص اپنے ماں باپ سے شیریں زبان میں گفتگو کرے گا، وہی دوسرے لوگوں سے بھی خوش اخلاقی سے پیش آئے گا۔[xi]

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں غلط ہونے کے باوجود اپنی غلطی تسلیم کرنے کی سکت نہیں رکھتے، ایسے لوگ انا پرست ہوتے ہیں۔اور اُن کی انا ان کے ضمیر کی آواز کے آڑے آتی ہے۔ایسا ہی ایک کردار "رادھے کرشنن" کا ہے۔رادھے کرشنن ایک امیر شخص اور سماج کا بدنام ترین فرد ہوتا ہے، لیکن دولت کی وجہ سے لوگ اس سے ملتے ہیں، اور اس کی عزت کرتے ہیں۔بظاہر وہ جلسوں کی صدارت کرتا ہے اور معاشرے کی اصلاح چاہتا ہے۔ لیکن اس سفاک و بے حس انسان کی نظر میں عورت کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔رادھے کرشنن کے بارے میں راوی کہتا ہے کہ :

عورتیں اس کے لئے کھلونے ہیں، وہ اچھے کھلونوں کی طرف ایک مقناطیسی قوت سے کھنچتا ہے۔ پھر ان سے چندے خوش ہوتا ہے اور پھر ان کو توڑ دیتا ہے۔ٹوٹے ہوئے کھلونے دوسروں کی راہوں میں بکھر جاتے ہیں اور عورت ایک ٹھیکری کی طرح ایک دروازے سے دوسرے کی طرف ایک ٹھوکر سے دوسری ٹھوکر کی طرف بڑھتی جاتی ہے۔[xii]

رادھے کرشنن پجاری کی بیٹی سندری سے جھوٹی محبت کا دعوی کرتا ہے۔اور سندری رادھے کرشنن کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔رادھے کرشنن جب سندری سے اپنا مطلب پورا کر لیتا ہے تو سندری کو چھوڑ دیتا ہے ۔سندری یہ صدمہ برداشت نہ کرتے ہوئے زہر کھا لیتی ہے۔ لیکن جب رادھے کرشنن کی اپنی بیٹی میرا ایک طبلچی سے عشق کرتی ہے، تو رادھے کرشنن بنا سوچے سمجھے اپنی بیٹی کو قتل کرتا ہے۔کسی کو کوئی حق حاصل نہیں، کہ وہ دوسرے انسان کو قتل کرے، کسی کے ساتھ ظلم کرنے سے پہلے یہ ہمارا اخلاقی فرض ہے، کہ ایک انسان کے حق میں انصاف کا فیصلہ کر کے اس کو معاف کی جائے۔اس قتل کے بعد سندری جسے رادھے کرشنن مردہ سمجھ چکا تھا، وہ رادھے کرشنن کو ملتی ہے، اور بتاتی ہے کہ وہ تبلچی اس کا بیٹا ہے اور اس کی بیٹی کی گورنس وہی سندری تھی۔اس واقعے کے بعد رادھے کرشنن اپنے گناہ کی آگ میں خود جلتا ہے۔انصاف کرنا اور انصاف دلانا ہمارے قانون کا اخلاقی فرض ہے۔اگر ہمارے قانون میں انصاف کرنا اور دلانا پیدا ہو گیا، تو کسی رادھے کرشنن کی ہمت نہ ہو گی کہ وہ عورتوں کو کھلونا سمجھ کر فریب دے۔بقول پروفیسر یوسف شیدائی ”بہترین قانون، قانون فطرت ہے۔اسی کی پابندی سے صحیح اخلاق جنم لیتا ہے“۔[xiii]

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

اگر اخلاقی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے، تو اصل محبت، انسانیت، خلوص اور سچائی اسی میں ہے کہ آپ اخلاق کے دائرے میں رہ کر کسی کے ساتھ بغیر مفاد کا تعلق جوڑیں۔ یہی اصل ہمدردی اور تعلق ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ایسے ہی مخلص اور مفاد پرستی سے پاک تعلقات ہی اصل انسانیت ہے۔ اس سلسلے میں جمیلہ ہاشمی لکھتی ہیں کہ :

ہمدردی کا ایک الگ مذہب ہے، ایک الگ زبان ہے۔ دکھیا اور ضرورت مندوں کے لئے محسوس کرنا، اور زندگی میں ایسے جینا کہ تم دکھوں کو کم کر سکو، یہ اصل تعلق ہے۔[xiv]

جمیلہ ہاشمی امن و خلوص کے ساتھ معاشرے کے لوگوں کے دلوں میں انسانیت اور محبت پھیلانا چاہتی ہیں۔ جمیلہ ہاشمی چاہتی ہیں کہ محبت صرف جنسی جذبات کی کشش ہو کر نہ رہ جائے، بلکہ ایک ایسا جذبہ اُبھر کر سامنے آئے، جس میں انسانیت، محبت اور ہمدردی ہو۔ جمیلہ ہاشمی ہمیں مصلح کے طور پر بھی دکھائی دیتی ہیں۔ ان کی تخلیقات کے پس منظر و پیش منظر میں معاشرت کی اصلاح کا مقصد پوشیدہ ہے۔ اس حوالے سے جمیلہ ہاشمی یوں رقم طراز ہیں کہ :

محبت صرف ہوسناکی نہیں، محبت مرد عورت کے تعلق سے ہی رقم نہیں، محبت تو ارفع و اعلیٰ ہے۔ بلندی اور رفعت کا نام ہے، جس کو انسانیت کہتے ہیں۔[xv]

جمیلہ ہاشمی گہرا سماجی شعور رکھتی ہے۔ ان کے دل میں انسانیت کا جذبہ بہت شدید ہے، وہ غریبوں کے مسائل اور ان کی مشکلوں سے پوری طرح واقف ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ غریب اپنی غربت کو ختم کرنے کے لئے کس طرح ناجائز راستے پر چلنے پہ مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس کا بہترین اظہار ہمیں ان کے کرداروں میں ملتا ہے۔ "ادھیر تھ" اور "کُنتی" یہ دونوں انتہائی غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، دونوں اولاد کی خوشی سے محروم ہونے کی وجہ سے بہت دکھی رہتے ہیں۔ ایک دن ایک شخص ادھیر تھ پر مہربان ہو کر اس کو اپنا بچہ دے دیتا ہے اور ادھیر تھ اس بچے کا نام "کرن" رکھ دیتا ہے۔ ادھیر تھ اور کُنتی اپنے سارے غم بُھلا کر صرف کرن کے خوشی میں خوش رہنے لگتے ہیں۔ کرن جب بڑا ہونے لگتا ہے تو اس کی ماں خواب دیکھنا شروع کر دیتی ہے کہ میرا کرن بڑا ہو کر شہر کا سب سے بڑا افسر بنے گا۔ کرن اپنے گاؤں میں آٹھویں جماعت تک تعلیم حاصل کرتا ہے۔ ذہین ہونے کی وجہ سے اُستاد ان کے ماں باپ کو اسے شہر میں تعلیم دلوانے پر اصرار کرتے ہیں۔ ادھیر تھ اور کُنتی اس پر رضامندی ظاہر کر کے کرن کو شہر میں پڑھنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ اور پھر ایک سال بارش نہ ہونے کے باعث گاؤں میں قحط پڑ جاتا ہے اور سوکھے کھیتوں سے روپے وصول کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ کُنتی گھر کا خرچہ چلانے کے لئے اور کرن کو پیسے بجھوانے کے لئے زیور اور گھر کی ہر چیز کو گروی رکھتی ہے، ایک دن

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641

Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

سب کچھ ختم ہو جاتا ہے اور کُنتی مہاجن کے پاس قرض لینے کے لئے جاتی ہے۔اور مہاجن سے کہتی ہے کہ میرے پاس گروی رکھنے کے لئے اب کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ یہ بات سن کر مہاجن اسے غیر اخلاقی فعل پر مجبور کرتا ہے۔مہاجن کے ایسا کہنے پر کُنتی پریشان ہو کر پیچھے ہٹ جاتی ہے، اور روتی ہوئی گھر واپس چلی آتی ہے لیکن پھر سوچتی ہے کہ اگر پیسے کہیں سے نہ ملے تو کرن کا کیا ہو گا؟۔

غربت ایک ایسا مرض ہے جو انسان کو ناجائز اور غیر اخلاقی حرکات پر مجبور کر دیتا ہے۔بقول مسرور اختر قریشی:

غربت معاشرے کا وہ رستا ہوا ناسور ہے، جو معاشرتی برائیوں کو جنم دیتا ہے۔اور معاشرے کو تباہی اور بربادی کے اندھیروں میں دھکیل دیتا ہے۔[xvi]

اس غربت کے ہاتھوں کُنتی مجبور ہو کر اخلاق کا دامن چھوڑتے ہوئے مہاجن کے پاس چلی جاتی ہے، اور اپنی عزت کو بیچ ڈالتی ہے۔ گھر آتے ہی کُنتی کو ایک خط موصول ہوتا ہے، جس میں ان کے بیٹے کے شہید ہونے کی خبر ملتی ہے اور دوسری طرف ادھیر تھ سخت بیمار ہونے کی وجہ سے مر جاتا ہے۔اب کُنتی کا کوئی بھی نہ رہا اس کے دامن میں تو عزت بھی نہیں رہی تھی، لیکن جینا پھر بھی تھا اور پھر کُنتی نے دھندا شروع کر دیا اور کُنتی رانی سے کُنتی بائی بن گئی اور اسی غم میں وہ اس جہاں فانی سے رخصت ہو گئی۔ ہمارے معاشرے میں بعض افراد ایسے ہوتے ہیں، جو غریب طبقہ کے لوگوں کے جذبات کو بالائے طاق رکھ کر ان کی مجبوریوں سے غلط فائدہ اُٹھا کر ان سے ناجائز اور غیر اخلاقی کام کرواتے ہیں۔

جمیلہ ہاشمی کے ہاں انسان دوستی اور انسانیت کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔انہوں نے اپنے اس ناول میں ایک ایسے اخلاقی کردار کو پیش کیا جو رنگ و نسل اور مذہب و ملت سے بالاتر ہو کر انسانیت کی بقا کے بارے میں فکر مند ہوتی ہے۔اس کردار کا نام کنول کماری ٹھاکر ہیں۔کنول کماری ٹھاکر ذہین، بہادر، باہمت، ہوشیار، اور محنتی لڑکی ہے۔وہ ہندوستانی عورتوں کی بقا، بہتری، اعلیٰ اخلاق اور اصلاح کے لئے ساری زندگی وقف کرتی ہے۔کنول کماری ٹھاکر پہلے وکیل بنتی ہے۔اور مقدمے لڑ کر کئی گھروں کو آباد کرتی ہے، اس کے بعد نادار گھر کا اہتمام کرتی ہے اور آخر میں گرلز کالج کی پرنسپل بن جاتی ہے۔وہ لڑکیوں اور نسلِ نو میں روشن خیالی پیدا کرنا چاہتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق کو سنوارنے اور تعلیم کا بہترین انتظام بھی چاہتی ہے ۔ استاد اور شاگرد کا تعلق آج جو ہمارے معاشرے میں پستی کا شکار ہو رہا ہے۔ وہ تعلیم کے حصول میں شاگرد اور استاد کا تعلق اور گرتے ہوئے اخلاقی اقدار کو سنوارنے کی کوشش کر رہی ہے۔ان کی نظر میں استاد اور شاگرد کا تعلق عزت اور یقین پر استوار ہوتا ہے۔اسی تعلق کو کنول کماری ٹھاکر لوگوں کے دلوں میں تازہ کرنا چاہتی ہے۔راوی کنول کماری ٹھاکر کا ذکر کرتے ہوئے کہتی ہے کہ:

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

اس کے اپنے اُصول تھے۔وہ کہنہ بنیادوں پر عمارت کھڑی کرنا چاہتی تھی ایک صدی کو بھول کر اخلاق اور اُصول کی گزشتہ روش کو یاد دلانا چاہتی تھی اور استاد اور شاگرد کا تعلق جو بھلایا جا چکا ہے، اس کو تازہ کرنا چاہتی تھی۔[xvii]

کنول کماری ٹھاکر نئی نسل کے دلوں اور ذہنوں میں اعلیٰ اخلاق اور انسانیت کو اُجاگر کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔کنول کماری ٹھاکر کا نظریہ یہ تھا کہ ہم نہ مسلمان ہیں اور نہ ہندو، ہم صرف انسان ہیں۔جب فسادات کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور ہر طرف افرا تفری پھیل جاتی ہے، تو ایسے وقت میں ہندو مسلمان لڑکیوں کی تلاش میں تمام اخلاقی اور انسانی قدروں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔اس سلسلے میں کنول کماری ٹھاکر کہتی ہیں کہ :

ہندو مسلم فسادات ہونے والے ہیں۔۔۔کیا کوئی ایسا نہیں جو ان حد بندیوں سے بلند ہو کر محض انسانیت کے لئے کام کرے۔کوئی ایسا نہیں جو اپنے ذاتی مفاد کو نظر انداز کر کے صرف انسان بن کر ان سارے اختلافات کو مٹانے کی کوشش کرے۔[xviii]

جب فسادات کا وقت شروع ہو جاتا ہے، تو ہندو مسلمانوں کو خاص کر مسلمان لڑکیوں کو بے عزت کر کے قتل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ایسے میں چندر شیکھر کنول کماری ٹھاکر سے کہتا ہے کہ تمہارے پاس جتنی بھی مسلمان لڑکیاں ہیں، وہ میرے حوالے کر دو کنول کماری ٹھاکر اس بات سے انکار کرتی ہے۔اس انکار کی وجہ سے چندر شیکھر غصے میں آکر ہوسٹل پر بم گرا دیتا ہے۔کنول کماری ٹھاکر مسلم طالبات کی عزت بچانے کے لئے جان کی بازی لگاتی ہے۔وہ زخمی ہو کر اپاہج ہو جاتی ہے، اور مسلمان لڑکیوں کی عزت بچاتے ہوئے خود اس جہاں فانی سے رخصت ہو جاتی ہے۔دوسری طرف اگر چندر شیکھر کو دیکھا جائے، تو اس کے بارے میں یوں کہنا بے جا نہ ہو گا کہ جب انسان میں اخلاق کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے، اس وقت وہ انسان نہیں بلکہ وہ ایک وحشی جانور بن جاتا ہے۔جو ظلم و زیادتیوں اور قتل و غارت پر اُتر آتا ہے۔اس سلسلے میں پروفیسر یوسف شیدائی فرماتے ہیں کہ :

اخلاقی شعور کا تقاضا ہے، کہ زندہ رہو اور زندہ رہنے دو، نہ تو خود کسی کو تنگ کرو اور نہ ہی کسی سے تنگی برداشت کرو۔کسی کی زندگی کی خوشیاں چھیننے کا کسی کو حق نہیں ہے۔[xix]

جس انسان میں اخلاقی حس کمزور ہو، وہ دوسروں کے ساتھ بدی کرے گا۔اسی طرح جمیلہ ہاشمی نے زندگی کا بہت قریب سے مطالعہ کیا ہے۔وہ خیر و شر، اندھیرے، اُجالے کا تصادم، امیری، غریبی، رنگ و نسل، بلکہ زندگی کے تمام پیچیدہ مسائل سے پوری واقفیت رکھتی ہیں۔اس بنا پر جمیلہ ہاشمی اپنے ناول "تلاش بہاراں" کے ذریعے معاشرے کے لوگوں میں انسانیت، اعلیٰ اخلاق، اور انصاف

(Online) ISSN 2709-7633 (Print) |ISSN 2709-7641
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

جیسی اعلی اقدار کا شعور اُجاگر کرنا چاہتی ہیں۔ جمیلہ ہاشمی معاشرے کا ایسا نظام چاہتی ہیں جہاں محبت ، خلوص، انسانیت ، اعلی اخلاق، انصاف، آزادی، اخوت اور مساوات کا بول بالا ہو۔

حوالہ جات

---

i نورین رزاق، ڈاکٹر، پاکستانی خواتین افسانہ نگار، دستاویز مطبوعات، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص، ۳۱۱

ii جمیلہ ہاشمی، تلاش بہاراں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص، ۹

iii ایضاً، ص، ۹

iv یوسف شیدائی، پروفیسر، مطالعہ اخلاقیات، عزیز پبلیشرز، لاہور، ۲۰۰۴ء ص، ۳۰

v جمیلہ ہاشمی، تلاش بہاراں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص، ۷۱

vi شبلی نعمانی، علاّمہ، سلیمان ندوی، سید، علاّمہ، سیرت النبیؐ، جلد ششم، زہدہ نوید پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص، ۱۵۳

vii مسرور اختر قریشی، اخلاقیات، اخلاقی قدریں اور تعمیر شخصیت، چیک میٹ پرنٹرز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص، ۴۴۵

viii نورالحسن خان، غزالی کا تصور اخلاق، المکتبہ علیہ، لاہور، س،ن، ص، ۱۸۴

ix القرآن، پارہ ۱۵، بنی اسرائیل: ۲۳

x جمیلہ ہاشمی، تلاش بہاراں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص، ۱۲۰

xi مسرور اختر قریشی، اخلاقیات، اخلاقی قدریں اور تعمیر شخصیت، چیک میٹ پرنٹرز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص، ۲۰۷

xii جمیلہ ہاشمی، تلاش بہاراں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص، ۱۷۲

xiii یوسف شیدائی، پروفیسر، مطالعہ اخلاقیات، عزیز پبلیشرز، لاہور، ۲۰۰۴ء ص، ۸۱

xiv جمیلہ ہاشمی، تلاش بہاراں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص، ۳۵۳

xv ایضاً، ص، ۳۸۳

xvi مسرور اختر قریشی، اخلاقیات، اخلاقی قدریں اور تعمیر شخصیت، چیک میٹ پرنٹرز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص، ۴۷۲

xvii جمیلہ ہاشمی، تلاش بہاراں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص، ۳۷۹

xviii جمیلہ ہاشمی، تلاش بہاراں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص، ۳۴۴

xix یوسف شیدائی، پروفیسر، مطالعہ اخلاقیات، عزیز پبلیشرز، لاہور، ۲۰۰۴ء ص، ۱۳۴